نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت معلم

تحریر: پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی حفظہ اللہ۔ اسلام آباد

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے متعدد گوشے اور بہت سے پہلو ہیں ان میں سے ہر گوشہ اور ہر پہلو مخلوق کے اعتبار سے انتہائے کمال کو پہنچا ہے، ان میں سے ایک انتہائی عظیم پہلو یہ ہے کہ اللہ کریم نے اپنے خلیل حضرت ابراہیمؑ کی دعا کو شرف قبولیت عطا فرماتے ہوئے آپؐ کو معلم بنا کر مبعوث فرمایا۔

تعلیم بالعمل: تعلیم بالعمل کے ساتھ تعلیم کی دو صورتیں ہیں: پہلی یہ کہ جس بات کا معلم شاگردوں کو حکم دے وہ خود بھی کرے اور جس بات سے روکے اس سے خود بھی دور رہے۔ اسی کو قدوہ، عملی نمونہ، مثال اور سلوک کے الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اسی کے بارے میں کہا جاتا ہے: الفعل أبلغ من القول ''عمل کا دلوں پر اثر الفاظ سے زیادہ ہوتا ہے۔'' اور اس بارے میں کہا جاتا ہے Action Speaks Louder ''عمل کی آواز زیادہ بلند ہوتی ہے۔''

دوسری صورت یہ ہے کہ معلم اپنی بیان کردہ بات یا مسئلہ کو طلبہ کے روبرو عملی طور پر کر کے دکھائے اور اسی کے بارے میں کہا جاتا ہے: (ان البیان بالفعل أبلغ فی الایضاح) ''عمل کے ساتھ بیان (بات کو) زیادہ واضح کرتا ہے۔'' اور اس کا اثر سامع کے ذہن پر محض الفاظ کے ذریعے سمجھائی گئی بات سے زیادہ گہرا ہوتا ہے۔ امام ابن ابی جمرہؒ نے تحریر کیا ہے: (ان التعلیم بالفعل والمثال أبلغ من القول وحده) [بهجة النفوس ۱/۱۸۷] ''عمل اور مثال کے ذریعہ تعلیم لفظی تعلیم سے زیادہ مؤثر ہوتی ہے۔''

سیرت طیبہ میں دونوں صورتوں سے تعلیم کے متعدد شواہد موجود ہیں۔ توفیق الٰہی سے ذیل میں اس بارے میں قدرے تفصیل سے گفتگو کی جا رہی ہے:

عملی نمونہ کے ذریعہ تعلیم: ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تعلیمات کا عملی نمونہ تھے۔ حضرات صحابہؓ کو جس جس بھلائی کا حکم دیتے، نہ صرف یہ کہ خود اس پر عمل کرتے، بلکہ اس کے کرنے میں پیش پیش ہوتے۔ جن برائیوں سے منع کرتے ان سے خود سب سے زیادہ دور رہتے۔ سیرت مطہرہ میں اس بارے بہت کثرت سے مثالیں موجود ہیں، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں: ☆ کثرت سے ذکر الٰہی ☆ پانچوں نمازوں کی حفاظت ☆ کثرت سے

سخاوت ☆ گھر والوں سے عمدہ معاملہ ☆ دشمنوں سے ایفائے عہد کا شدید اہتمام ☆ ایثار ☆ ظالموں سے عفو اور درگزر ☆ تواضع ☆ زہد ☆ دعوت الی اللہ تعالیٰ کا اہتمام ☆ تعمیر مسجد میں مشارکت ☆ خندق کھودنے میں شرکت ☆ حکم افطار کے ساتھ خود روزہ چھوڑنا ☆ سونے کی انگوٹھی کا اُتارنا اور صحابہؓ کو اس کے پہننے سے روکنا ☆ ضیافتِ محتاج کیلئے لوگوں سے پہلے اہل خانہ سے کہنا۔ ☆ جاہلیت کے خون اور سود ختم کرنے کی ابتداا قارب سے کرنا۔ ☆ قیدیوں کو چھوڑنے کی ترغیب کا عملی آغاز اپنے خاندان سے کرنا۔ ان سترہ واقعات کے متعلق احادیث کی تخریج اور ان پر تعلیق راقم السطور کی کتاب، السلوک وأثرہ فی الدعوۃ الی اللہ تعالیٰ'' صفحہ ۶۵ تا ۱۰۶ میں ملاحظہ فرمائیے۔

دوران نماز نواسی کو کندھے پر اٹھائے رکھنا: امام بخاریؒ نے حضرت ابوقتادہ انصاریؓ سے روایت نقل کی ہے کہ: (ان رسول اللہ کان یصلی، وھو حامل أمامة بنت زینب بنت رسول اللہ ولأبی العاص بن ربیعة ابن عبد شمس، فاذا سجد و ضعھا، و اذا قام حملھا) [صحیح البخاری کتاب الصلاۃ: ۵۱۶، ۱/ ۵۹۰]

''رسول اللہ ﷺ نماز ادا کر رہے تھے اور آپؐ نے زینبؓ بنت رسول اللہ ﷺ اور ابوالعاص بن ربیعہ بن عبد شمس کی بیٹی امامہؓ کو اٹھا رکھا تھا۔ پس جب آپؐ سجدے میں جاتے تو اس کو رکھ دیتے اور جب قیام فرماتے تو اٹھا لیتے۔''

عرب کے لوگ لڑکیوں کو ناپسند کرتے اور انہیں حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے نواسی کو دوران نماز کندھے پر اٹھا کر عملی طور پر بیٹیوں کی قدر و منزلت کو لوگوں کے سامنے واضح فرمایا۔ اسی سلسلے میں علامہ الفاکہانیؒ نے تحریر کیا ہے: (وکان السر فی حملہ أمامة فی الصلاۃ دفعًا لما کانت العرب تالفہ من کراھة البنات وحملھن، فخالفھم فی ذلک حتی فی الصلاۃ للمبالغة فی ردعھم، والبیان بالفعل قد یکون أقوی من القول) [فتح الباری: ۱/ ۵۹۲] ''دوران نماز امامہؓ کے اٹھانے میں شاید حکمت یہ تھی کہ اس کے ذریعے آنحضرت ﷺ نے عربوں کی بیٹیوں سے نفرت اور انہیں اٹھانے کو ناپسند کرنے کا ردِ فرمایا۔ آپؐ نے ان پر شدید نقد کی غرض سے دوران نماز نواسی کو اٹھا کر ان کے طرز عمل کی مخالفت کی اور بسا اوقات عمل کے ساتھ بیان الفاظ سے زیادہ قوی ہوتا ہے۔''

عملی بیان کے ذریعہ تعلیم: سیرت طیبہ میں عملی بیان کے ذریعہ کے متعدد شواہد ہیں، توفیق الٰہی سے چند ایک ذیل میں پیش کیے جا رہے ہیں: ☆ کیفیت وضو کی عملی تعلیم ☆ اوقات نماز کی عملی تعلیم ☆ منبر پر لوگوں کو نماز کی عملی تعلیم ☆ دوران نماز کپڑے میں تھوکنے کا عملی بیان

کیفیت تیمّم کی عملی تعلیم: امام بخاریؒ نے عبدالرحمٰن بن ابزی سے اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا: (**جاء رجل الی عمرؓ بن الخطاب فقال: انی أجنبت فلم أصب الماء فقال عمار بن یاسرؓ لعمرؓ بن الخطاب: ماتذکر ان کنا فی سفر، أنا وأنت؟ فأما أنت فلم تصل، وأما أنا فتمعکت فصلیت، فذکرت ذلک للنبیﷺ، فقال النبیﷺ: انما کان یکفیک ھکذا وضرب النبیﷺ بکفیه الأرض، ونفخ فیھما، ثم مسح بھما وجھه وکفیه**)[صحیح بخاری، کتاب التیمم ۳۳۸، ۱/۴۴۳] ''ایک شخص عمر بن الخطابؓ کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا: ''میں حالت جنابت میں ہوں اور مجھے پانی میسر نہیں ہے (یعنی اب میں کیا کروں؟) اس پر عمار بن یاسرؓ نے عمر بن الخطابؓ سے کہا: ''کیا آپ کو یاد نہیں کہ جب میں اور آپ سفر میں تھے اور ہم دونوں جنبی ہوگئے، تو آپ نے تو نماز نہ پڑھی، لیکن میں نے زمین پر لوٹ پوٹ لیا اور نماز پڑھ لی۔ پھر میں نے اس کا ذکر نبیﷺ سے کیا، تو آپؐ نے فرمایا: ''تمہارے لئے تو یہ کافی تھا'' اور آپؐ نے اپنی دونوں ہتھیلیاں زمین پر ماریں، ان میں پھونکا، پھر ان دونوں کے ساتھ اپنے چہرے اور ہتھیلیوں کا مسح کیا۔''

اس حدیث سے واضح ہے کہ آنحضرتﷺ نے تیمّم کا طریقہ عملی طور پر سکھایا۔ حافظ ابن حجرؒ راوی کے قول **ونفخ فیھما** ...... اور ان میں پھونکا) کی شرح میں تحریر کرتے ہیں: ''اور ایک روایت میں ہے: (**ثم أدناھما من فیه**) پھر آنحضرتﷺ نے ان دونوں کو اپنے منہ کے قریب کیا۔'' اور یہ پھونک مارنے سے کنایہ ہے اور اس میں یہ اشارہ بھی ہے کہ پھونک خفیف تھی اور ایک روایت میں ہے: (**تفل فیھما** ......) ان دونوں میں تھوکا۔ [فتح الباری: ۱/۴۴۴] ان سب روایات کا سیاق اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آنحضرتﷺ نے (تیمّم کا طریقہ) عملی طور پر سکھایا۔

صحابہ کو کنکریاں دکھانا: امام نسائیؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا: (**قال رسول اللهﷺ غداة العقبة، وھو واقف علی راحلته: "ھات القط لی" فلقطت لی حصیات، ھن حصی الخذف، فوضعھن فی یده، وجعل یقول بھن فی یده ووصف یحییٰ تحریکھن فی یده بأمثال ھولاء**)[سنن النسائی، کتاب مناسک الحج ۵/۲۶۹] ''رسول اللهﷺ نے عقبہ کی صبح کو فرمایا، جب کہ آپؐ سواری پر تھے، ''میرے لئے (کنکریاں) اٹھالاؤ۔'' میں آپؐ کیلئے کنکریاں اُٹھالایا،

(اور) وہ گٹھلی کے برابر تھیں۔ (پھر) آپؐ نے انہیں اپنے ہاتھ میں رکھا اور ہاتھ میں انہیں حرکت دیتے ہوئے فرمایا: ''ان جیسی'' (یحییٰ نے آپؐ کے انہیں اپنے ہاتھ میں حرکت دینے کی کیفیت کو بھی بیان کیا۔)

اس حدیث شریف سے واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ نے رمی جمرات کیلئے استعمال کی جانے والی کنکریوں کا حجم بیان کرتے ہوئے حضرات صحابہؓ کو اپنے دستِ مبارک میں موجود کنکریاں دکھائیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو اپنے اسوۂ حسنہ اور عملی بیان، دونوں طریقوں سے تعلیم دی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی آنحضرت ﷺ کی سنت کے مطابق تعلیم دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

اسلوب تقابل: تفہیم درس میں ممد و معاون باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ اضداد کے درمیان تقابل پیش کیا جائے۔ مشہور ضرب المثل ہے: (**وبضدها تتبين الأشياء**) چیزوں کا نکھار اپنی اضداد کے ساتھ ہوتا ہے۔

ہمارے نبی محترم ﷺ اس اسلوب کو کثرت سے استعمال فرماتے۔ توفیق الٰہی سے ذیل میں اس بارے میں تین مثالیں پیش کی جارہی ہیں:

دنیا و آخرت کے درمیان تقابل: امام مسلمؒ نے حضرت قیس سے روایت کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا: ''میں نے مستوردؓ کو، جو کہ قبیلہ بنو فہر کے ہیں، بیان کرتے ہوئے سنا: (**قال رسول الله ﷺ والله! ما الدنيا في الآخرة الا مثل ما يجعل أحد كم اصبعه هذه وأشار يحيىٰ بالسبابة في اليم، فلينظر بم ترجع؟**)'' رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی قسم! دنیا آخرت کے مقابلے میں ایسے ہی ہے، جس طرح کہ تم میں سے ایک اپنی انگلی سمندر میں رکھے...... یحییٰ نے شہادت والی انگلی سے اشارہ کیا...... پھر دیکھے کہ وہ (اپنے ہمراہ) کیا لے کر پلٹتی ہے؟''

حدیث شریف کے معنی یہ ہیں کہ دنیا کو اپنی کوتاہ مدت اور فانی لذتوں کے ساتھ ہمیشہ باقی رہنے والی آخرت اور اس کی غیر فانی لذتوں اور نعمتوں کے ساتھ وہی نسبت اور تعلق ہے، جو کہ انگلی کے ساتھ چمٹے ہوئے قلیل پانی کو سمندر کے ساتھ ہے۔ اس حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ نے دنیا کی مختصر مدت اور فانی لذتوں کا تقابل آخرت کے دوام اور اس کی نعمتوں اور لذتوں کی بقا سے فرمایا اور بلاشبہ عقل و بصیرت والے خوش نصیب لوگوں کیلئے یہ انتہائی قوی اور مؤثر بیان ہے۔

حدیث شریف میں دیگر فوائد:

۱۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی بات کو مثال سے واضح فرمایا، دنیا کو انگلی سے چمٹنے والے قلیل پانی سے اور

آخرت کو سمندر سے تشبیہ دی۔ امام طیبیؒ نے تحریر کیا ہے: (هذا تمثيل على سبيل التقريب، والا فأين المناسبة بين المتناهي وغير المتناهي) ''یہ مثال بات کو ذہنوں کے قریب کرنے کی خاطر ہے، وگرنہ محدود کو لامحدود سے کیا نسبت ہو سکتی ہے؟''

۲۔ آنحضرت ﷺ نے (اسلوب اشارہ) استعمال فرماتے ہوئے اپنی انگلی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ''اپنی یہ اُنگلی''

آخرت اور دنیا کے طلب گاروں میں موازنہ: امام ترمذیؒ نے حضرت انسؓ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا: (قال رسول اللہ ﷺ: ''من كانت الآخرة همه جعل الله غناه في قلبه، وجمع له شملهٔ، واتته الدنيا وهي راغمة ومن كانت الدنيا همه جعل الله الفقر بين عينيه وفرق عليه شملهٔ ولم يأته من الدنيا الا ما قدر له) ''جس شخص کا قصد آخرت ہو، اللہ تعالیٰ اس کے دل میں تونگری ڈال دیتے ہیں، اس کے معاملات کو سدھار دیتے ہیں اور دنیا ذلیل ہو کر اس کے پاس آتی ہے اور جس کا مقصود دنیا ہو، اللہ تعالیٰ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان فقر رکھ دیتے ہیں، اس کے معاملات کو بگاڑ دیتے ہیں اور دنیا میں اس کو وہی میسر آتا ہے، جو اللہ تعالیٰ نے اس کیلئے لکھا تھا۔''

اس حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ نے آخرت اور دنیا کے چاہنے والوں کے درمیان تقابل کرتے ہوئے طالب آخرت کو دنیا ہی میں ملنے والے انعامات اور طالب دنیا کو دنیا ہی میں ملنے والی سزا سے امت کو آگاہ فرمایا۔

دنیا میں انتہائی نعمتوں والے جہنمی اور انتہائی مشقتوں والے جنتی کا تقابل: امام مسلمؒ نے حضرت انسؓ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا: (قال رسول اللہ ﷺ: ''يؤتى بأنعم أهل الدنيا من أهل النار يوم القيامة، فيصبغ في النار صبغة، ثم يقال ''يا ابن آدم! هل رأيت خيرًا قط؟ هل مر بک نعيم قط؟ فيقول: ''لا، والله! يا رب! ويؤتى بأشد الناس بؤسًا في الدنيا من أهل الجنة، فيصبغ صبغة في الجنة، فيقال له: ''يا ابن آدم! هل رأيت بؤسًا قط؟ هل مربک شدة قط؟'' فيقول: ''لا، والله! يا رب! ما مر بي بؤس قط، ولا رأيت شدة قط) [صحیح مسلم]

''رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''قیامت کے دن اہل دنیا میں سب سے زیادہ ناز و نعمت میں زندگی بسر کرنے والے جہنمی کو لایا جائے گا اور جہنم میں ایک بار ڈالا جائے گا پھر کہا جائے گا: ''اے ابن آدم! کیا تو نے کبھی کوئی خیر

دیکھی؟ کیا کبھی تیرے پاس سے کسی نعمت کا گزر ہوا؟'' وہ جواب دے گا: ''نہیں، اللہ تعالیٰ کی قسم! اے میرے رب! (پھر) اہل دنیا میں سب سے زیادہ مشقت (میں زندگی بسر کرنے) والے جنتی کو لایا جائے گا اور ایک مرتبہ جنت میں داخل کیا جائے گا، پھر کہا جائے گا: ''اے ابن آدم! کیا تو نے کبھی کوئی مشقت دیکھی؟ کیا کبھی تیرے پاس سے کسی سختی کا گزر ہوا؟ وہ جواب میں عرض کرے گا: ''نہیں، اللہ تعالیٰ کی قسم! میرے پاس سے کبھی کوئی مشقت نہیں گزری اور نہ کبھی میں نے کوئی سختی دیکھی۔''

اس حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ نے سب سے زیادہ نعمتوں میں زندگی بسر کرنے والے جہنمی کی سزا کا سب سے زیادہ مشقت میں زندگی بسر کرنے والے جنتی کی جزا سے موازنہ فرمایا۔ اس مبارک اسلوب کے ذریعہ توفیق الٰہی سے خوش نصیب دلوں میں جہنم سے دور ہونے کا جذبہ اور عزم قوی تر ہوتا ہے اور جنت میں جانے کی تڑپ اور شوق میں اضافہ ہوتا ہے۔ اے رب کریم! ہمیں بھی ایسے بخت والے دل نصیب فرما۔

پہلے اجمال پھر تفصیل: طلبہ کی توجہ مبذول کروانے، ان کی شوق کو انگیخت کرنے اور معلومات کو اچھی طرح ذہن نشین کروانے کے اسالیب میں سے ایک یہ ہے کہ معلم پہلے اجمالی طور پر گفتگو کا خاکہ پیش کرے، پھر اس اجمال کی تفصیل بیان کرے۔ اس اسلوب کی حکمت بیان کرتے ہوئے امام ابن ابی جمرہؒ رقم طراز ہیں: **(والحکمة فی ذلک انه عند الأخبار بالاجمال یحصل للنفس المعرفة بغایة المذکور، ثم تبقی متشوقة الی معرفة معناه، فیکون ذلک أوقع فی النفس وأعظم فی الفائدة)** اس میں حکمت یہ ہے کہ اجمالی طور پر خبر دینے کی صورت میں نفس کو موضوع سخن سے آگاہی ہو جاتی ہے، پھر وہ اس کی تفصیل جاننے کا مشتاق رہتا ہے اور (اس کے سننے پر) اس کا اثر گہرا اور فائدہ عظیم ہوتا ہے۔

ہمارے نبی کریم ﷺ اس اسلوب کو کثرت سے استعمال فرماتے تھے۔ اس بارے میں ذیل میں توفیق الٰہی سے چند مثالیں پیش کی جارہی ہیں:

مسترد نہ ہونے والی دو دعائیں: امام ابو داؤدؒ نے حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **(ثنتان لا تردان أو قلما تردان: الدعاء عند النداء وعند البأس حین یلحم بعضه (بعضهم) بعضًا)** ''دو دعائیں مسترد نہیں ہوتیں یا شاید کم ہی مسترد ہوتی ہیں، اذان کے وقت کی دعا اور جنگ کے وقت جبکہ وہ باہم گتھم گتھا ہو کر ایک دوسرے کو قتل کر رہے ہوں۔''

اس حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ نے پہلے اجمالی طور پر اس بات کی خبر دی کہ دو اوقات میں دعا نامنظور نہیں ہوتی یا کم ہی مسترد ہوتی ہے، پھر ان دونوں اوقات کی تفصیل بتلائی۔ اس اجمالی آگاہی کے بعد تفصیل جاننے کیلئے اہل ایمان کی تڑپ اور شوق محتاج بیان نہیں۔

حلاوت ایمان پانے کیلئے تین خصلتیں: امام بخاریؒ نے حضرت انسؓ سے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت نقل کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: (**ثلاث من کن فیه وجد بهن حلاوة الایمان: أن یکون الله ورسوله أحب الیه مما سواهما، وأن یحب المرء لا یحبه الا لله، وأن یکره أن یعود فی الکفر کما یکره أن یقذف فی النار**)[صحیح البخاری رقم:١٦،١/٦٠] ''تین (خصلتیں) ایسی ہیں کہ جس میں وہ موجود ہوں، اس نے ان کے ساتھ ایمان کی مٹھاس کو پالیا۔ (١) اللہ تعالیٰ اور اُن کے رسولؐ اس کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہوں۔ (٢) وہ کسی بھی شخص سے محبت صرف اللہ تعالیٰ کیلئے کرے۔ (٣) اور وہ کفر میں واپس لوٹنے کو اسی طرح ناپسند کرے۔ جس طرح آگ میں ڈالے جانے کو ناپسند کرتا ہے۔''

حدیث شریف میں فائدہ دیگر: آپؐ نے مومن کی ایمان میں رغبت کو شیرینی سے تشبیہ دی ہے اور یہ تشبیہ بلاشک وشبہ بیان کردہ بات کے اچھی طرح سمجھنے میں مدومعاون ہے:

پورا منافق بنانے والی چار خصلتیں: امام بخاریؒ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت نقل کی ہے کہ: (ان النبی ﷺ قال: **"أربع من کن فیه کان منافقًا خالصًا، ومن کانت فیه خصلة منهن کانت فیه خصلة من النفاق حتی یدعها: اذا ائتمن خان، واذا حدث کذب، واذا عاهد غدر، واذا خاصم فجر**)''یقیناً نبی ﷺ نے فرمایا: چار (خصلتیں) جس کسی میں ہوں وہ خالص منافق ہے اور جس میں ان میں سے ایک خصلت ہو، تو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہے، یہاں تک کہ وہ اس کو چھوڑ دے۔ جب اسے امین بنایا جائے، تو وہ خیانت کرے اور جب بات کرے، تو جھوٹ بولے اور جب کسی سے عہد کرے تو وفا نہ کرے اور جب (کسی سے) لڑے تو حق وانصاف سے دور ہو جاتا ہے۔''

اس حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ نے حضرات صحابہؓ کو پہلے اجمالی طور پر بتلایا کہ چار خصلتیں انسان کو پورا منافق بنا دیتی ہیں، پھر آپؐ نے ان چار خصلتوں کی تفصیل بتائی۔

جنت میں لے جانے والے پانچ اعمال: امام طبرانیؒ نے حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا: (قال رسول اللہ ﷺ: "خمس من جاء بهن مع الايمان، دخل الجنة، من حافظ على الصلوات الخمس على وضوئهن، وركوعهن، وسجودهن، ومواقيتهن، وصام رمضان، وحج البيت ان استطاع اليه سبيلاً، وأدى الأمانة قيل: "يا نبی اللہ ﷺ! وما أداء الأمانة؟ قال: "الغسل من الجنابة، ان الله لم يأمن ابن آدم على شیء من دينه غيرها) "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایمان کے ساتھ جس نے پانچ کام کیئے وہ جنت میں داخل ہوگیا، جس نے پانچوں نمازوں کی ان کے وضو، رکوع، سجود اور اوقات کے ساتھ حفاظت کی، رمضان کے روزے رکھے، استطاعت ہونے کی صورت میں بیت اللہ کا حج کیا اور امانت کو ادا کیا۔ عرض کیا گیا: "اے اللہ کے نبی ﷺ! امانت کا ادا کرنا کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: "غسل جنابت، اللہ تعالیٰ نے انسان پر اس کے سوا دین کی کسی چیز کے بارے میں اس قدر اعتماد نہیں کیا۔ آنحضرت ﷺ نے پہلے اجمالی طور پر ایمان کے ساتھ جنت میں لے جانے والے پانچ اعمال کا ذکر فرمایا۔ اس اجمالی آگاہی کے بعد کون سا جنت کا چاہنے والا ایسا ہوگا جو ان اعمال کی تفصیل جاننے کی غرض سے ہمہ تن گوش نہ ہوگا؟؟

علاماتِ قیامت میں سے چھ: امام احمدؒ اور امام طبرانیؒ نے حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا: (قال رسول اللہ ﷺ: ست من أشراط الساعة موتی، وفتح بيت المقدس، وموت يأخذ فی الناس كقعاص الغنم، وفتنة يدخل حربها بيت كل مسلم، وأن يعطى الرجل ألف دينار فيتسخطها، وأن تغدر الروم فيسيرون بثمانين بنداً تحت كل بنداثنا عشر ألفًا) "چھ (باتیں) قیامت کی نشانیوں میں سے ہیں، میرا انتقال، فتح بیت المقدس، ایسی موت جو لوگوں کو بکریوں کی موقع پر ختم کر دینے والے بیماری کی مانند ہوگی، فتنہ جس کی بربادی ہر مسلمان کے گھر میں داخل ہوگی، آدمی کو ہزار دینار دیا جائے گا اور وہ (ان کو قلیل تصور کرتے ہوئے) ناراض ہوگا، اور رومی بدعہدی کرتے ہوئے اسی (۸۰) جتھوں میں روانہ ہوں گے، ہر جتھے میں بارہ ہزار افراد ہوں گے۔"

اس حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ نے پہلے اجمالی طور پر اشراط قیامت میں سے چھ کا ذکر فرمایا۔ قیامت کے بپا ہونے پر ایمان لانے والا کون سا شخص اس کے بعد ان کی تفصیل جاننے کیلئے مجسمہ شوق نہ بن جائے گا؟؟

سایہ الٰہی میں سات اقسام کے لوگ: امام بخاریؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے اور انہوں نے نبیؐ سے

روایت نقل کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: (**سبعة يظلهم الله فى ظله يوم لا ظل الا ظله: الامام العادل، وشاب نشأ فى عبادة ربه، ورجل قلبه معلق فى المساجد، ورجلان تحابا فى الله اجتمعا عليه وتفرقا عليه، ورجل طلبته امرأة ذات منصب وجمال فقال: انى أخاف الله، ورجل تصدق أخفى حتى لا تعلم شماله ما تنفق يمينه ورجل ذكر الله خاليًا ففاضت عيناه**) ''سات (اقسام کے لوگوں) کو اللہ تعالیٰ اپنے سایہ میں اس دن جگہ دیں گے، جب ان کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ امام عادل، اپنے رب کی عبادت میں پرورده جوان، مسجدوں کے ساتھ معلق دل والا شخص، عزت وحسن والی عورت کے مطالبے کا بایں الفاظ جواب دینے والا شخص (یقیناً میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں) مخفی طور پر صدقہ کرنے والا شخص کہ اس کے بائیں ہاتھ کو (بھی) دائیں ہاتھ کے خرچ کرنے کا علم نہ ہو، وہ شخص کہ خلوت میں ذکر الٰہی سے اس کی دونوں آنکھوں سے آنسو رواں ہو جائیں۔''

اس حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ نے روز قیامت ظل الٰہی میں جگہ پانے والے سات اقسام کے خوش نصیب لوگوں کا اجمالی ذکر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان لانے والے وہ کون سے ایسے کان ہوں گے جو اس کے بعد ان سات اقسام کی تفصیل سننے اور پھر اس کو اچھی طرح سمجھنے کیلئے بے تاب اور بے قرار نہ ہوں گے؟

دس جنتی اشخاص: امام ترمذیؒ نے حضرت سعید بن زیدؓ سے روایت نقل کی ہے کہ: (**ان رسول الله ﷺ قال: عشرة فى الجنة: أبوبكر فى الجنة، وعمر فى الجنة، وعلى وعثمان والزبير وطلحة وعبد الرحمن وأبوعبيدة وسعد بن ابى وقاص رضى الله عنهم، قال: "فعد هولاء التسعة، وسكت عن العاشر فقال القوم: "ننشدک الله يا ابا الأعور! من العاشر؟ قال: "نشد تمونى بالله، ابو الاعور فى الجنة قال: "هو سعيد بن زيد بن عمرو بن نفيل**) [جامع ترمذی رقم: ۳۷۴۸] ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دس اشخاص جنت میں (داخل ہوں گے) ابوبکر جنت میں، عمر جنت میں، علی، عثمان، الزبیر، طلحہ، عبدالرحمٰن، ابوعبیدہ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم (جنت میں داخل ہوں گے) (راوی نے) کہا انہوں (سعیدؓ) نے ان نو اشخاص کا شمار کیا اور دسویں (کا نام لینے) سے خاموش ہو گئے۔ لوگوں نے عرض کیا: ''اے ابوالاعور ہم آپ کو اللہ کی قسم دیتے ہیں (ہمیں بتلائیے) کہ دسواں شخص کون ہے؟ انہوں نے کہا: تم نے مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم دی ہے (تو سنو کہ) ابوالاعور جنت میں (داخل ہوگا) انہوں نے ذکر کیا'' وہ (یعنی ابوالاعور) سعید بن زید بن عمرو بن نفیلؓ

ہیں۔اس حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ نے اجمالاً دس افراد کے بارے میں جنتی ہونے کی بشارت سنائی، کون مسلمان ان خوش بخت حضرات کے اسمائے مبارک جاننے کیلئے مجسمہ شوق اور سراپا انتظار نہ ہوگا؟؟

پہلی اجمالی پھر تفصیلی بشارت: امام بخاریؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت نقل کی ہے کہ: **(ان رسول اللہ ﷺ قال: "الملائکة تصلی علی أحد کم ما دام فی مصلاہ ما لم یحدث: اللهم اغفرله، اللهم ارحمه)** "یقیناً رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنی جائے نماز میں بیٹھنے والے پر بے وضو نہ ہونے تک فرشتے درود بھیجتے رہتے ہیں۔(وہ کہتے ہیں) اے اللہ! اس کی مغفرت فرمادیجئے اس پر رحم فرمائیے۔" اس حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ نے ابتداء میں جائے نماز میں باوضوء بیٹھے ہوئے شخص کیلئے اجمالاً بشارت سنائی کہ فرشتے اس پر درود بھیجتے ہیں، پھر اس اجمال کی تفصیل بتلائی کہ فرشتے اس کیلئے مغفرت ورحمت کی دعا کرتے ہیں۔

حدیث شریف میں فائدہ دیگر: آنحضرت ﷺ نے بشارت کا آغاز عام بات سے فرمایا، جس میں ادنیٰ اور اعلیٰ دونوں قسم کی بشارتوں کا احتمال تھا، لیکن انتہائے بشارت میں سب سے بلند وبالا چیزوں کا تذکرہ فرمایا۔اسی بارے میں امام ابن ابی جمرہؒ رقم طراز ہیں: **(فیه دلیل علی أن السنة فی البشریٰ أن تکون بالأقل ثم یختتم بالأعلی لأنه أبلغ فی المسرة یؤخذ ذلک من اجماله علیه السلام البشارة أولاً، وتبیینها آخرًا لأن العام احتمل أن یکون دعاؤهم بالأعلی من الأمور أوالأقل لکن حصل بذلک سرور لأنه زیادة خیر، والذی أتی فی التفسیر هی المغفرة والرحمة فمن غفرله ورحم فهو أعلی الجوائز)** اس (حدیث شریف) میں اس بات کی دلیل ہے کہ بشارت میں مسنون طریقہ یہ ہے کہ اس کی ابتداء ادنیٰ اور اختتام اعلیٰ سے ہو، کیونکہ اس سے مسرت زیادہ حاصل ہوتی ہے۔

حدیث شریف سے اس کا ثبوت اس طرح ہے کہ آپؐ نے پہلے بشارت کو اجمالاً ذکر فرمایا، پھر اس کی تفصیل بتائی اور عام دعا میں اس بات کا احتمال ہے کہ وہ سب باتوں سے اعلیٰ کی ہو، یا سب سے کمتر بات کی دعا ہو، لیکن بہرصورت وہ باعث مسرت ہے۔کیونکہ ان کی دعا خیر میں اضافے کا سبب ہے۔پھر اس کی تفسیر میں بیان کیا گیا کہ وہ مغفرت ورحمت کی دعا ہے اور کسی کیلئے مغفرت ورحمت کا عطا کیا جانا تمام انعامات سے بلند وبالا ہے۔

خلاصہ گفتگو یہ کہ ہمارے نبی کریم ﷺ دورانِ تعلیم بسا اوقات اپنی گفتگو کا اجمالی خاکہ پیش فرماتے اور پھر اس کے بعد تفصیل سے گفتگو فرمایا کرتے تھے۔